عروج اقوام کے اسباب

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

رب یسر ولاتعسر وتمم بالخیر وبه نستعین

بسم الله الرحمن الرحیم

والعصر ۝ ان الانسان لفی خسره ۝ الاالذین امنو وعملوا الصلحت وتواصوابالحق وتواصو بالصبر ۝

ترجمہ: زمانہ کی قسم ہے انسان ہمیشہ نقصان میں رہا ہے مگر وہ لوگ (اس نقصان سے بچ گئے) جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور آپس میں اتباعِ حق کی وصیت کی (اور آپس میں اتباعِ حق میں آنے والی مصیبتوں میں) صبر کی تلقین کی۔

ربط آیات سورۂ عصر: قوم کو زندہ کرنے کے لئے یہ بہترین طریقہ ہے کہ پہلے ان کے اندر جذباتِ صادقہ پیدا کئے جائیں، جن کو ایمان کہا جاسکتا ہے، پھر عملی قدم اٹھایا جائے، جس کو عملِ صالح سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بعدازاں اپنے خیالات ہر فردِ انسانی تک پہنچائے جائیں جس کو تواصی بالحق کہا جاتا ہے اور شرکاءِ کار کو ۔ مصیبت میں استقامت کی تلقین کی جائے جسے تواصی بالصبر کہتے ہیں۔

احادیث متعلقہ سورۃ العصر: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس شخص سے عصر کی نماز فوت ہوگئی۔ پس گویا کہ اس کا اہل اور مال چھین لیا گیا۔ (متفق علیہ)

حضرت انسؓ سے مروی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ سورج بلند اور پوری روشنی سے چمکتا تھا۔ پھر جانے والا مدینہ منورہ کے اوپر کے حصہ میں جاتا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج ابھی بلند ہوتا تھا، اور مدینہ منورہ کے بعض اوپر کی طرف کے حصے تقریباً چار میل دور ہوتے تھے۔ (متفق علیہ)

حضرت انس سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ منافق کی نماز ہے بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا

ہے جس وقت سورج کا رنگ زرد ہوجاتا ہے اور (غروب کے وقت) شیطان کے دوسینگوں میں آجاتا ہے اس وقت کھڑا ہوکر چار ٹھونگے مارتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس میں بہت تھوڑا یاد کرتا ہے۔ (رواہ مسلم)

موضوع سورۃ: موضوع سورۃ وہ چیز ہے، جو ساری سورۃ کی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ اسے اگر درخت کے بیج سے تشبیہ دی جائے۔ تو بے جا نہیں۔ جس طرح بیج زمین میں مدفون ہے۔ گہری کرید کے بعد بھی اس کا پتہ لگانا مشکل ہے، ہاں ہر عقل مند استاد کی توجہ اور تنبیہ کے بغیر بھی اپنی خداداد ذہانت سے اس امر پر یقین رکھتا ہے کہ کوئی درخت بغیر بیج کے نہیں ہوسکتا۔ اور ہر تنے، ہر شاخ، ہر پتے، ہر پھل، ہر دانہ میں اسی کا ظہور ہے، بعینہ یہی حال موضوع سورۃ کا ہے۔ اور اس سورۃ کے ہر رکوع، ہر آیت کو اس سے تعلق و رابطہ ہے، اگرچہ وہ لطیف اور باریک کیوں نہ ہو۔

موضوع سورۃ العصر: سورۃ العصر کا موضوع ''عروج اقوام کے اسباب'' ہے۔

انسانی قسم: قرآن حکیم کی قسموں اور انسانی قسموں میں بہت بڑا فرق ہے، آدمی جس چیز کی قسم کھاتا ہے، اسے اپنے دل پر گواہ بناتا ہے کہ جو چیز میرے دل میں ہے، اگر اس کے خلاف میں نے ظاہر کیا، تو وہ ذات پاک جو میرے دل کے رازوں کو جاننے والی ہے مجھے اس جھوٹ پر سزا دے گی۔ اسلامی عقیدے میں چونکہ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی شخص دل کی باتوں کو جاننے والا نہیں ہے۔ اس لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے اور کسی کے نام کی قسم بھی جائز نہیں۔

اقسام القرآن: ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی معنیٰ کی قسم کھانے سے پاک ہے نہ وہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ اس کے ارادوں کو کوئی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسموں کی منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقسم بہ (جس چیز کی قسم کھائی جائے) کو مقسم علیہ (جس مضمون پر قسم کھائی جائے یعنی جواب قسم) پر گواہ بنایا جاتا ہے جس طرح مدعی کے راست بیان اور گواہوں کے بیانات میں جج غور کرتا ہے اور ان بیانات کی شہادت پر مدعی کا دعویٰ ثابت کرتا ہے۔ اس طرح مقسم بہ میں غور کرنے سے یقیناً اس دعویٰ کی تصدیق ہوجاتی ہے جو اللہ تعالیٰ بندے کی ذہن نشین کرانا چاہتا ہے۔ جسے اصطلاح نحو میں جواب قسم کہتے ہیں۔

قوله تعالیٰ: ﴿والعصر○ ان الانسان لفی خسر○﴾

شواهد التفاسير: والعصر قال مقاتل اقسم سبحانه بصلوة العصر لفضلها . (روح المعانی ص ۲۲۷) وقيل اقسم عزوجل لوقت تلک الصلوٰة (روح المعانی ص ۲۶۸) وقال ابن عباسؓ هو الدهر اقسم عزوجل به لا شتماله علی اصناف العجائب (روح المعانی ص۲۶۸) عن الشافعی عليه الرحمة انه قال لو لم ينزل غير هذه السورة لكفت الناس الانها شملت جميع علوم القران (روح المعانی ص۲۲۷) القول الثالث وهو قول مقاتل اراد صلوة العصر

(تفسیر کبیر ص ۴۶۰) القول الثانی وهو قول ابی مسلم المراد بالعصر احد طرفی النهار (تفسیر کبیر ص ۴۷۶) اعلم انهم ذکر وافی تفسیر العصر اقوالا الاول انه الدهر (تفسیر کبیر ص ۴۷۵) ان الانسان لفی خسر. ای جنس الانسان لفی خسر (مدارک التنزیل ص ۴۰۵)

شہادت نامہ: روز روشن کی طرح زمانہ کی شہادت موجود ہے (جس کی ترجمانی صحیح تاریخی کتب اقوام عالم کرتی ہیں) کہ جس قدر قومیں پردۂ عدم سے صفحۂ ہستی پر آئیں، سب کی سب خسارہ میں رہیں۔ ہاں وہ قومیں اس خسارہ سے محفوظ رہیں جو سورۃ عصر کے بیان کردہ چار اصول کی پابند تھیں۔

تفصیل اصولِ اربعہ: مذکورہ الصدر چار اصولوں میں سے ہرایک کا علیحدہ علیحدہ بیان انسب معلوم ہوتا ہے۔

جملہ معترضہ: قرآن حکیم چونکہ نوع انسانی کا معلم ہے۔ اس لئے اس تعلیم کے مخاطب مسلم وغیر مسلم دونوں ہیں۔ لہٰذا ان اصولوں کو ہر دو مخاطبین کی اصطلاح میں پیش کیا جائے گا۔

اصل اول: قولہٗ تعالیٰ: الذین امنوا۔ ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے۔

تشریح بہ اصطلاح مسلم: مسلم کی اصطلاح میں ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ احکم الحاکمین عزاسمہ وجل مجدہ کی طرف سے جو ہدایات بذریعہ انبیاء علیہم السلام نازل ہوئی ہیں، ان پر عمل کرنے کے لئے دل کو تیار کر لینا۔

توضیح بہ اصطلاح مسلم: اگر ہمارا مخاطب اصول شرعیہ سے ناآشنا ہے، تو اس سے کہیں گے کہ اگر دو قوموں میں تصادم اور کشمکش ہو تو وہی قوم غالب آئے گی جو علوم صحیحہ کی حامل ہو۔ بلکہ آئندہ جو تین اصول آرہے ہیں، ان کی بھی پابند ہو۔ اور وہ قوم یقیناً نقصان اٹھائے گی۔ وہ مقابلہ میں آکر جہالت کی ظلمت میں ٹھوکریں کھائے گی اور بری طرح صفحۂ ہستی سے ذلیل کر کے مٹادی جائے گی۔

ہر دو اصطلاح میں یک رنگی: اگر حقیقت شناس نگاہ سے دیکھا جائے، تو ہدایاتِ الٰہیہ پر ایمان لانا (بہ اصطلاح اول) اور علوم صحیحہ کا حامل ہونا، بہ اصطلاح دوم حقیقت میں ایک ہی چیز ہے۔ جس کے دو عنوان ہیں کیوں کہ دنیا کے علوم مروجہ میں دو قسم کے علوم ہیں۔ ایک منزلہ جو احکم الحاکمین کی جانب سے نازل شدہ ہیں۔ اس قسم کے علوم کی تمام قومیں یہود، نصاریٰ، مجوس، ہنود، سکھ اور مسلمان قائل ہیں، اور ہر قوم ان کو بہترین تصور کرتی ہے اور دوسرے مخترعہ، جو عقلِ انسانی اپنی غور وفکر سے تجویز کرتی ہے۔ پہلی قسم کے علوم قطعی ہوتے ہیں اور دوسری قسم کے ظنی کہلاتے ہیں جن میں ہمیشہ ترمیم وتنسیخ ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

لہٰذا تصادم اور تعارضِ اقوام میں وہی قوم غالب آئے گی۔ جو علوم الٰہیہ کی حامل ہو، جو کہ اعلیٰ درجہ کے صحیح اور قطعی ہیں علاوہ اس کے ان تین اصولوں کی بھی پابند ہو جو آگے آرہے ہیں۔ تب پوری اور قائم رہنے والی کامیابی کا منہ دیکھے گی اور جو قوم اس سے عاری اور ناآشنا ہوگی، وہ علوم ظنیہ اور مخترعہ ہی ماہر کیوں نہ ہو، اور مادیت میں خواہ کتنی ہی

بلند پایہ اور افلاطونِ زماں کیوں نہ ہو، لیکن تجربہ یہی بتلاتا ہے کہ پہلی فاتح اور دوسری مفتوح پہلی کامیاب اور دوسری ناکام رہی ہے۔

قولہ تعالیٰ: وعملو الصالحات۔ ترجمہ: اور جنہوں نے اچھے کام کئے۔

اصل دوم: فقط علوم صحیحہ کا حامل ہونا کامیابی اور بامرادی کا کفیل نہیں بلکہ ان اصول کو عملی جامہ پہنانا بھی لازمی ہے، مثلاً اگر دو قومیں علوم صحیحہ کی حامل ہوں تو ان میں سے کامیاب وہ ہوگی جو پر حکمت اصول پر عمل پیرا ہے اور جو ہاتھ پاؤں توڑ کر بیکاری کے نشہ میں مست ہے وہ نامرادرہ جائے گی۔

تمثیل: مثلاً جب سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت نے طلوع کیا، اور ہدایاتِ قرآنی کی بارش آسمان سے شروع ہوئی۔ تو اس وقت توراۃ بھی (بعض مفسرین کی رائے پر) محفوظ تھی جو ہمارے عقیدہ میں بھی کتاب اللہ منزل من اللہ ہے۔ لیکن اس کی حامل جماعت ان ہدایات پر عمل کرنے سے قاصر تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام اور یہودیت کی ٹکر میں پاش پاش اور اسلام کے نور نے تمام دنیا کے قلوب پر اپنا قبضہ جمالیا۔

اصل سوم: قولہٗ تعالیٰ: وتواصو ابالحق: ترجمہ: اور آپس میں اتباع حق کی وصیت، وتواصوا بالحق ای وصی بعسم بعضا بالا مر الثابت الذی لاسبیل الی انکارہ ولا زوال فی الدارین المحاسن آثارہ وھو الخیر کلہ۔ (روح المعانی ص:۲۲۹) بالامر الثابت الذی لایسوغ انکارہ وھو الخیر کلہ۔ (مدارک ص:۴۰۵) اگرچہ پہلے دو اصول پر عمل کرنے سے کامیابی کا خوشنما چہرہ رونما ہوگا۔ لیکن اس کامیابی کے بقاء کے لئے مندرجہ ذیل سعی لازمی ہے۔

بقاءِ تحریک کا گر: جہاں دنیا میں آمدورفت کا سلسلہ جاری ہے۔ کوئی تحریک اس دارِفانی میں کبھی بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک اس کے بانی اور چلانے والے اپنے حلقہ اثر کے وسیع کرنے کی کوشش نہ کریں تا کہ ان کے معاونین وہم خیالوں کا حلقہ اس قدر وسیع ہو جائے کہ جس وقت وہ لوگ پیغام اجل کو لبیک کہیں تو اس تحریک کو دوسرے لوگ فوراً سنبھال لیں علی ہذا القیاس۔ جب تک یہ سعی بلیغ ہر نسل کے لوگ جاری رکھیں گے۔ وہ تحریک زندہ بامراد اور کامیاب رہے گی۔

اصل چہارم: قولہٗ تعالیٰ: وتواصوابالصبر۔ ترجمہ: اور ایک دوسرے کی وصیت کی۔ وتواصوا بالصبر علی الطاعات التی. یشق علیھ اداء ھا وعلی یبتلی اللہ تعالیٰ بہ عبادہ من المصائب۔ (روح المعانی ص:۲۲۹) عن المعاصی وعلی الطاعات وعلی یبلو بہ اللہ عبادۃ۔ (مدارک ص:۴۰۵) پہلے تین اصول مذکورہ پر عمل کرنے سے کامیابی کا ظہور لازمی ہے اور بقاء کے آثار بھی رونما ہوں گے۔ لیکن بقاء حقیقی ودائمی فقط اسی صورت میں نصیب ہوگا جب اس تحریک اور اس سلسلے کے حامی کار اور معاونین اپنے مقصد کی تکمیل میں ہر مصیبت میں سینہ سپر

ہونے کے لئے تیار ہوں اور اگر مقصد کی تکمیل میں مصائب وتکالیف سے جی چرایا گیا۔تو آئندہ کی سرفرازی وہم باطل اور حاصل شدہ کامیابی معدوم ہوجائے گی۔

حاصل اصولِ اربعہ: (۱) علوم صحیحہ کا حامل ہونا، (۲) علوم صحیحہ پر عامل ہونا، (۳) حلقہ اثر کو ہر ممکن ذریعہ سے وسیع کرنا، (۴) تکمیل مقصد میں ہر قربانی کے لئے آمادہ رہنا۔

اصول اربعہ کی جامعیت: جس طرح ہر قوم کی زندگی کا دارومداران چار اصولوں کی پابندی پر عائد کیا گیا ہے اسی طرح ہر شعبہ زندگی بسر کرنے والوں کی کامیابی کا راز بھی انہیں اصولوں پر مضمر ہے۔ بلکہ ہر شخص کا انفرادی زندگی میں سرسبز وشاداب ہونا بھی انہیں زرین اصول میں منحصر ہے۔ ہاں یہ الگ چیز ہے کہ ہر موقعہ، ہر محل، ہر مقصد کے علوم اپنے اپنے ہوں گے جدوجہد اور سعی کی نوعیت الگ ہوگی۔قربانی کا رنگ علیحدہ علیحدہ ہوگا۔الاعتبار والتاویل۔

مسلمانوں کی ذلت کا باعث: برادران اسلام! افسوس صد افسوس! مسلمانوں کی ذلت کا باعث اپنے اصول صحیحہ کی گم کردگی ہے، وہ قوم جو مردہ قوموں میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے دنیا میں آئی تھی۔ وہ قوم جو خفتہ قسمت والوں کی قسمت کو بیدار کرنے کے لئے آئی تھی۔ جو قوم جاہل قوموں کے سینوں کو نورِ الٰہی سے بھرنے کے لئے آئی تھی۔

آج نیم بسمل ہوکر دم توڑ رہی ہے اپنے اسلاف کی پیدا کی ہوئی بیداری کو خواب غفلت کے پردہ میں چھپا رہی ہے جس کے اسلاف کے سینے نورِ الٰہی سے بھرپور تھے۔آج جہالت کا شکار ہورہی ہے۔وہ قوم جس کی غلامی پر غیر مسلم فخر کیا کرتے تھے،آج وہ غیر مسلموں کی غلامی کو فخر سمجھتی ہے۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

اے بدنام کنندۂ نکونام مسلمان بھائیو! پانی سر سے گزر چکا ہے۔حالت یاس تک پہنچ چکی ہے۔لیکن......

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے
چہ غم دیوار امت راکہ دارد چوں تو پشتیبان
چہ باک از موج بحر آنرا کہ دارد نوح کشتیبان

آج بھی مسلمان اگر سورہ عصر کے اصول اربعہ پر عامل ہوجائیں تو بامداد الٰہی ساری دنیا کی قوموں سے میدان عزت ورفعت میں گوئے سبقت لے جاسکتے ہیں اور ان کو مالک الملک کی بارگاہ سے سردار اقوام عالم کا ممتاز لقب بآسانی مل سکتا ہے یہی وہ راز تھا جس نے ابتداء اسلام میں مٹھی بھر مسلمانوں کی بڑی زبردست سلطنتوں پر فاتح بنادیا تھا۔وما النصر الامن عنداللہ۔

تمثیل: ہم مسلمانوں کی مثال اس مریض کی سی ہے جو حکیم حاذق کے پاس جاتا ہے نسخہ لکھواتا ہے مگر نہ ادویات

خرید کرتا ہے نہ دوا بناتا ہے نہ استعمال کرتا ہے۔ نہ پرہیز رکھتا ہے، ایسے مریض کی شفا عادۃ اللہ میں ناممکن نظر آتی ہے ہم قرآن حکیم تو پڑھتے ہیں۔ لیکن اقدام عمل سے جی چراتے ہیں۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے: مسلمانوں کا فرض ہے کہ سورۃ عصر کے اصول اربعہ کی بطریق ذیل پابندی کریں پھر دیکھیں کہ نصرتِ الٰہی کس قدر ان کا استقبال کرتی ہے اور بظاہر ناممکن نتائج ممکن ہو کر کیوں کر موسلا دھار بارش کی طرح ان پر برستے ہیں۔

طریق عمل: (۱) ایمان: ایمان سے مراد فقط تصدیق قلبی نہیں ہے، بلکہ تصدی کے ساتھ ایک برقی طاقت بھی اس تصدیق کے اثر سے پیدا ہو جائے۔ ایک ایسا سسٹم پیدا ہو جائے جو اعضاء کو مجبور کر کے ارادۂ الٰہی کے ماتحت چلا دے جسے تسلیم کا اثر کہنا چاہئے۔ جس کا ذکر ''مسایرہ ابن ہمام'' میں پایا جاتا ہے۔ ایمان کے لئے محض تصدیق منطقی کافی نہیں ہے۔ (۲) فقط نجاتِ آخرت کی باتوں پر ہی تصدیق نہ ہو، بلکہ تمدن و معاشرت، اقتصادیات و سیاسیات کے متعلق بھی جو ہدایات ہوں ان پر بھی اسی درجہ کی تصدیق ہو جس کا ذکر معنیٰ ایمان کے نمبر ا میں آچکا ہے۔

(۲) عمل صالح: (۱) سے مراد فقط نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تہجد، اشراق، صلوٰۃ الاوابین ہی نہیں ہے بلکہ تمام ہدایاتِ قرآنی کو عملی جامہ پہنانا مراد ہے تاکہ ''ان تنصروا اللہ ینصر کم'': **ولو انهم اقاموا التوراة والانجیل وما انزل الیهم من ربهم لاكلوا من فوقهم و من تحت ارجلهم** ۔ (ترجمہ): اور اگر وہ تورات، انجیل اور قرآن پر عمل کرتے اور زمین کے خزانوں سے رزق کھاتے۔

(۲) ہم نے قوانین الٰہیہ میں فرق کر رکھا ہے۔ قوانین آخرت کو کم وبیش مان بھی لیتے ہیں۔ لیکن قوانین متعلقہ دنیا سے عموماً اعراض ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ ہمارے حق میں بارگاہِ الٰہی سے ذلت کا نزول ہے مثلاً نماز پڑھتے ہیں۔ مگر گلہ کرنے چغلی کھانے جھوٹ بولنے سے کوئی پرہیز نہیں، روزہ رکھتے ہیں لیکن جھوٹی شہادت دینے، جھوٹے گواہ بنانے، بناوٹی مقدمات چلانے سے کوئی احتراز نہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر بیٹیوں کو حصہ نہ دینے، یتیموں اور بیواؤں کے حق غصب کرنے سے کوئی پرہیز نہیں۔

(۳) تواصی بالحق: فرض تو ہمارا یہ تھا کہ قرآن حکیم کے ہر لفظ، ہر آیت، ہر رکوع، ہر سورۃ کے ہم خود عامل ہوتے، اور پھر دوسروں کو ان چیزوں کی تبلیغ کرتے تاکہ قرآن دنیا کے ہر چپۂ زمین پر زندہ و درخشندہ نظر آتا ہے۔ عظمت کفر و ضلالت اس کے نور سے صفحۂ ہستی سے پردۂ عدم میں روپوش ہو جاتی۔ آج مسلمانوں نے فرض تبلیغ عموماً ترک کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم مفقود ہو رہی ہے۔ اخلاق، تہذیب، تمدن، معاشرت اسلام سے لوگ متنفر ہو رہے ہیں......

چو کفر از کعبہ برخیز دکجا ماند مسلمانی

بخلاف اس کے باطل پرست اقوام آریہ عیسائی وغیرہ تبلیغ مذہب میں لگاتار ساعی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی

تحریکیں زندہ ہیں، دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں: **کلا نمد ھولا من عطا ربک و ماکان عطاء ربک محظورا۔**

تواصی بالصبر: اگر پہلے تین اصول مسلمانوں میں آجائیں تو پھر تواصی بالصبر میں یہ قوم کسی سے پیچھے نہیں ہے، بلکہ دنیا بھر کے قدموں سے محنت کے زیادہ عادی، مصیبت میں کودنے والے، لڑنے مرنے کے لئے ہر وقت تیار مسلمان زیادہ پائے جاتے ہیں۔ کمی فقط اس چیز کی ہے کہ جذبات انتقامی ان کے صحیح مصرف پر صرف نہیں ہوتے۔ اگر آج ان جذبات کا مصرف صحیح ہو جائے تو مسلمانوں سے زیادہ دنیا میں کوئی قوم مسلمانوں سے بہادر نہیں ہے۔ **انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ**

عیسائی قوم کی سرفرازی کا راز: اگر کسی کے دل میں یہ شبہ ہو کہ عیسائی قوم جو دنیا کی اکثر آبادی پر حکمران ہے وہ کب قرآن حکیم کو مانتی ہے اور سورۃ عصر کے اصول کی کب پابند ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کے قانون کے دو حصے ہیں۔ ایک حصے وہ جس پر عمل کرنے سے دنیا میں عزت ملتی ہے دوسرا وہ حصہ جس پر عمل کرنے سے آخرت میں عزت ملے گی۔ جو قوم قانونِ الٰہی کے حصہ دنیاوی پر عمل کرے گی وہ دنیا میں بارگاہ الٰہی سے عزت پائے گی اور جو قانون الٰہی کے حصۂ آخرت پر عامل ہوگی، وہ آخرت میں بارگاہِ الٰہی میں سرفراز کی جائے گی اور جو دونوں حصوں پر کاربند ہوگی وہ ہر دو جہاں میں معزز و ممتاز ہوگی، موجودہ عیسائی قوم اس حصہ قانون الٰہی کی نسبتاً مسلمانان ہندو پاک سے زیادہ پابند نظر آتی ہے، جس سے دنیا میں قبولیت حاصل ہوتی ہے اس لئے دنیا میں سرفراز ہے اور ہندو پاک کے موجودہ مسلمان حصہ قانون آخرت کے بمقابلہ دنیا کے زیادہ پابند نظر آتے ہیں، اس لئے جن کے اندر یہ نور موجود ہوگا۔ وہ وہاں یقیناً کامیاب ہوں گے مسلمان اگر دنیا کی سرفرازی چاہتے ہیں تو دوسری اقوام سے بڑھ کر پیکر عمل بن جائیں تو خدا تعالیٰ ان کو آگے بڑھا دے گا۔

مایفعل اللہ بعذ ابکم ان شکرتم و امنتم وکان اللہ شاکرا علیما

تا نسوزی در تنورے چوں خلیلؑ
کئے بیابی نصرت رب جلیل

اللھم اھدنا الصراط المستقیم O صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

☆☆☆